

فقر وفاقہ اور اُس کا اسلامی حل

از: یوسف القرضاوی — تلخیص و ترجمہ: عبدالحمید صدیقی

(۵)

نفعات اہل قرابت | اللہ تعالیٰ نے بچے کے وارث پر بھی نان و نفقہ کی ویسی ہی ذمہ داری ڈالی ہے جیسی کہ بچے کے والد پر۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

وَالْعَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْمِ الرِّضَاعَةَ
وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ
بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا
لَا لِضَارٍّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ
بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ

(البقرة: ۲۳)

جو باپ چاہیں کہ ان کی اولاد پوری مدتِ رضاعت تک دودھ پیے تو مطلقہ، مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔ اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا کپڑا دینا ہوگا مگر کسی پر اس کی وسعت سے بڑھ کر بار نہ ڈالنا چاہیے نہ تو ماں کو اس وجہ سے تکلیف میں ڈالاجائے کہ بچہ اس کا ہے اور نہ باپ ہی کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے کہ بچہ اس کا ہے۔ دودھ پلانے والی کا یہ حق جیسا بچے کے باپ پر ہے ویسا ہی اس کے وارث پر بھی ہے۔

اس حکم خداوندی کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حکم لگایا تھا۔ چنانچہ سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے پدری رشتہ داروں کو اس بناء پر تھک دیا تھا کہ وہ بچے کے نان و نفقہ کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے تھے۔ سعید بن مسیب ہی اکیلا اور روایت ہے کہ ایک یتیم کا سرپرست حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا

اس یتیم پر خرچ کر دے پھر فرمایا: اگر مجھے اس یتیم کا دُور پرے کا رشتہ داری مل جاتا تو میں اُس پر اس بچے کا نان نفقہ واجب قرار دیتا۔ اس سلسلے میں زید بن ثابتؓ سے بھی ایک روایت ہے کہ اگر بچے کے وراثہ میں ماں اور چچا ہوں تو ماں پر اس کے حصّہ وراثت کے مطابق اور چچا پر اُس کے حصّہ وراثت کے مطابق بچے کا نان نفقہ فرض ہو گا۔ حضرت عمرؓ اور زید بن ثابتؓ کے مذکورہ فیصلوں کی مخالفت کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے پوچھا کہ وعلی الوارث مثل ذالک کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ یتیم کے وراثہ پر وارث ہونے کی حیثیت سے فرض ہے کہ وہ اُس پر خرچ کریں۔ میں نے کہا اگر بچے کا کوئی مال وغیرہ نہ ہو تو کیا بچے کے وارث کو بچے کی پرورش و پرداخت د کرنے کے جرم میں قید کر لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: کیا وہ اُسے چھوڑ دے گا کہ وہ مزار ہے؟ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بچے کا وارث ہو اُس پر فرض ہے کہ وہ بچے پر خرچ کرے تاکہ وہ اپنے وارث کا محتاج نہ رہے۔ قتادہ، مجاہد، ضحاک، زید بن اسلم، قاضی شریح، قبیسہ بن ذؤیب، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ابراہیم نخعی، شعبی اور اصحاب ابن مسعود اور ان کے بعد سفیان ثوری، عبد الرزاق اور ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور پھر ان کے بعد احمد بن حنبل، اسحاق اور داؤد وغیرہ جملہ سلف صالحین نے بھی یہی تفسیر کی ہے جو ابن جریرؒ اور عطا سے منقول ہے۔

خویش و اقارب پر خرچ کرنے کے بار میں امام ابو حنیفہؒ کا مسلک | خویش و اقارب پر خرچ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر رحم کے رشتہ داروں میں بیٹے یا پوتے ہوں یا آباؤ اجداد ہوں تو ان پر خرچ کرنا واجب ہے قطع نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر۔ اگر ان کے علاوہ کوئی رشتہ دار ہوں تو ان پر خرچ کرنا صرف اُس صورت میں فرض ہے کہ وہ مسلمان ہوں کیونکہ مسلمان پر یہ واجب نہیں کہ اپنے کسی کافر رشتہ دار پر خرچ کرے۔

اس طرح خرچ کرنے میں دو باتوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا۔ ایک خرچ کرنے والے کی استطاعت دوسرے جس پر خرچ کیا جائے اس کی ضرورت و احتیاج۔ اگر وہ شخص جس پر خرچ کیا جا رہا ہے بچہ ہے یا بچہ

یا عورت ہے تو صرف اُن کی تنگ دستی کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر وہ مرد ہو تو پھر اس کی تنگ دستی کے ساتھ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ وہ اندھا تو نہیں یا اُسے کوئی ایسا زخمی مرض تو نہیں جس نے اُسے بالکل کام کے قابل نہ چھوڑا ہو۔ اور اگر وہ تندرست و توانا ہو اور اندھا نہ ہو تو پھر اس پر خرچ کرنا واجب نہیں مگر انفقہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک میراث کے مطابق ہو گا۔ مگر اُن کے مشہور مذہب کے مطابق بچے کا نان نفقہ خاص طور پر والد کے ذمے ہو گا۔ اور حسن بن زیادہ نوٹوی نے اس قیاس کو عام کرتے ہوئے کہا ہے کہ بچے کا نفقہ ماں باپ دونوں پُلان کی میراث کے مطابق ہو گا۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک | امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر قریبی جو محتاج ہے اور وہ جو مدد کرنے والا ہے دونوں ایک ہی سلسلہ نسب کے ہوں تو پھر محتاج و ضرورت مند کا نان نفقہ واجب ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ وارث ہے یا غیر وارث۔ اور اگر وہ کسی اور سلسلہ نسب کے ہو تو پھر نہیں کیونکہ نفقہ کے وجوب کے لیے توارث کی شرط لازمی ہے۔ اگر خویش و اقارب میں سے وہ رحم کے رشتے دار ہوں جو وارث نہیں ہو سکتے تو اُن کے لیے امام احمد سے منقول کسی نص صریح کے مطابق کوئی نفقہ نہیں ہے۔ تاہم امام احمد کے بعض اصحاب نے اُن رشتہ داروں کے توارث کے بارے میں امام احمد کے مسلک کی بنیاد پر نفقہ کے وجوب کو ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک نفقہ میراث کا حصہ ہے۔ امام احمد کے نزدیک خرچ کرنے والے اور وہ جس پر خرچ کیا جا رہا ہے دونوں کا ایک ہی دین پر ہونا نفقہ کے وجوب کے لیے ضروری شرط ہے۔ مگر ایک روایت کے مطابق ان کے نزدیک والدین کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔ جس پر کسی شخص کا نفقہ واجب ہے اس پر امام احمد کے مسلک کے مطابق اس کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہے۔ قاضی ابویعلیٰ فرماتے ہیں کہ اسی طرح جس پر اپنے رشتہ داروں مثلاً بھائی بھتیجے اور چچا وغیرہ وغیرہ کا نفقہ واجب ہو گیا ہو اس پر اُن کی پاکدامنی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے جب کسی شخص پر ایک آدمی کی پاکدامنی کا خیال رکھنا ضروری ہے تو اُس پر اس آدمی کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہو گا کیونکہ وہ اسی طرح اپنی پاکدامنی کو قائم رکھ سکتا ہے۔

وجوب نفقہ کی شرائط فقہاء نے اقارب و غریب کے نفقہ کے وجوب کے لیے شرائط بیان کی ہیں۔ پہلی شرط

یہ ہے کہ جس کے لیے نفقہ واجب ہے وہ تنگ و ست و نادار ہو۔ اگر وہ کہیں سے مال مل جانے کے سبب یا کوئی کام کرنے کی وجہ سے مالدار ہو جائے تو اس کا نفقہ واجب نہیں۔ کیونکہ نفقہ کے وجوب میں صحت، بھاری و غمخواری اور مدد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ دولت مند اور فارغ البال ہو جانے کے بعد کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نفقہ کا انتظام کرنے والے کے پاس اپنے اور اپنی بیوی کے نان نفقہ سے زائد مال ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے اپنے آپ پر خرچ کرو پھر اپنے اہل و عیال پر، قریبی رشتہ دار پر خرچ کرنا باہمی بھمدی کے طور پر ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ اپنی اصلی ضرورت سے زائد مال ہو تو اس پر خرچ کیا جائے۔ اصلی ضرورت سے مراد اپنی ذات اور اپنے مال بچوں پر خرچ کرنا ہے۔

نفقہ کن چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے | اسلام نے خویش و اقارب پر نفقہ کا جو حکم دیا ہے اس کے لیے مال کی کوئی حد مقرر نہیں کی کیونکہ زمان و مکان اور حالات کے مختلف ہونے سے لوگوں کی ضروریات بھی بدلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح نفقہ کرنے والوں کے مالی حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی کوئی خوش حال و کشادہ رزق ہوتا ہے تو کبھی وہ اوسط درجے کا مالدار ہوتا ہے۔ ان حالات میں اسلام یہ چاہتا ہے کہ نفقہ کرنے والے کی قوت، اتفاق اور نفقہ کے مستحق کی حاجت مندی، دونوں کا لحاظ رکھا جائے اور رشتہ دار مناسب طریقے سے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَيُنْفِقَنَّ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَن قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا (الطلاق: ۷)

خوشحال آدمی اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس کی روزی نی مٹی ہو وہ اس کے مطابق خرچ کرے جو اللہ نے اس کو دیا ہے۔ اللہ کسی کو اُسی کے مطابق تکلیف دیتا ہے جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے۔

وَمَتَّعُوهُ عَلَى الْمَوْسِمِ قَدْرَهُ وَعَلَى الْمُقْتَدِرِ قَدْرَهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ: ۲۲۹)

ان کو خوشحال آدمی اپنی قدرت کے مطابق اور غریب اپنی قدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے۔ بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انہیں کھانا پلانا

دنیا ہوگا۔

بِالْمَعْرُوفِ - (البقرہ - ۲۳۴)

اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بیوی ہند سے ایک موقع پر کہا تھا کہ اپنے خاوند کے مال سے انہیں لے جتنا تجھے اور تیرے بچے کے لیے کافی ہو۔

فقہائے اُمت نے نفقہ میں مندرجہ ذیل چھ چیزیں کو شامل کیا ہے: (۱) کھانا پینا، (۲) گرمی سردی کے لیے حسبِ حال لباس (۳) رہائش اور اس کے لوازمات۔ (۴) جو شخص اپنا کام خود کرنے کے قابل نہ ہو اس کے لیے نوکر۔ (۵) جو شادی کا حاجت مند ہو اس کی شادی کا انتظام۔ (۶) مستحق نفقہ کے بیوی بچوں پر بھی خرچ کرنا۔

شیخ الاسلام ابنِ قدامہ اپنی کتاب الکافی میں فرماتے ہیں: ”نفقہ ضرورتِ مذکی ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے۔ کیونکہ نفقہ کا اصل مقصد حاجتِ مذکی ضرورت پوری کرنا ہے۔ اگر اُسے اپنی خدمت کے لیے خادم کی ضرورت ہو تو نفقہ کرنے والے پر خادم کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔ اور اگر اس کی بیوی ہو تو اس کا نفقہ بھی“ پھر فرماتے ہیں کہ نفقہ دینے والے پر یہ واجب ہے کہ باپ دادا اور بیٹے وغیرہ، جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہو، ان میں سے اگر کوئی شادی کا خواہاں ہو تو اس کی شادی کر دے۔ کیونکہ وہ اس کا ضرورت مند ہے اور اس سے محرومی اس کے لیے ضرر رساں ہے۔ لہذا شادی بھی نان نفقہ یعنی کھانے پینے اور لباس کے مشابہ ہے۔ مگر یہ صحیح نہ ہوگا کہ حاجتِ مذکی ضرورت کو حقیر سمجھ کر اس کے لیے کسی ایسی عورت کو چھانٹا جائے جو اس کے لیے ناکارہ ہو یا اس کی حیثیت کے مطابق نہ ہو۔ نفقہ کے سلسلے میں علاجِ معاہدے کے وجوب کے متعلق فقہاء کا کوئی قول نہیں ہے لیکن ہمارے خیال میں جس شخص پر کسی حاجت مند رشتہ دار کے نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہو اس پر اس کے علاج کی ذمہ داری عائد نہ ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

نفقہ علی الاقارب صرف اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ اسلام نے دولت مند رشتہ دار پر اپنے غریب اور نادار رشتہ دار کا نان نفقہ واجب قرار دے کر معاشرتی تحفظ (SOCIAL SECURITY) کی بنیاد رکھی ہے۔ اسلام نے اسے محض مستحب قرار نہیں دیا ہے بلکہ ایک ایسا حق کہا ہے جس کے ادا کرنے کا

حکم خود ذاتِ باری تعالیٰ نے دیا ہے۔ فقہ اسلامی میں کتاب النفعات کے تحت رشتہ دار پر خرچ کرنے کے باب میں جو احکام دیئے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ایسے احکام نہ پرانی شریعتوں میں کہیں ملیں گے اور نہ آج کل کے جدید قوانین میں کہیں اس کا خیال نہ کیا جاتا ہے۔ اسلام نے غریب و تنگ دست مسلمان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے امیر و خوشحال رشتہ داروں پر نان نفقہ کا دعویٰ دائر کر دے۔ یہ وہ حق ہے جسے ہم اسلامی معاشرہ میں ایک معمولی اور قدرتی بات سمجھتے ہیں، کیونکہ ہم نے اسے دین ہونے کی حیثیت سے جاننا ہے اور بڑے بڑے بڑھوں سے وراثت میں پایا ہے۔ مگر غیر مسلم قومیں جنہیں ہم تہذیب و ثقافت کے میدان میں بہت ترقی یافتہ سمجھتے ہیں، ان کے لیے یہ بات بڑی حیرت انگیز اور باعثِ تعجب ہے۔ ہمارے استاد ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ اپنی کتاب "اسلام اور انسانی دنیا کو اس کی ضرورت" میں اسلام اور عائلی زندگی پر گفتگو فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شاید یہ بہتر ہو اگر میں یہاں یہ ذکر کر دوں کہ میں قیامِ فرانس کے دوران جس گھر میں کچھ عرصہ رہا وہاں ایک نوجوان لڑکی بحیثیت خادمہ کے رہا کرتی تھی جس کے چہرے سے غلظتی شرافت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے گھر کی مالکہ سے پوچھا کہ یہ لڑکی کیوں خادمہ بنی ہوئی ہے؟ کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں جو اس سے یہ کام چھڑوادے اور اس کے لیے زندگی کی آسائش فراہم کر دے؟“ اس نے جواب دیا کہ یہ لڑکی شہر کے ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا ایک چچا ہے جو بڑا مالدار ہے۔ مگر وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے معاملے کو عدالت میں کیوں نہیں لے جاتی کہ وہ اسے چچا سے نان نفقہ دلوائے؟ میری بات سے وہ صاحبہ حیران رہ گئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارا یہ ایسا کوئی قانون نہیں ہے جس کے تحت یہ لڑکی اپنے چچا سے ایسا کوئی مطالبہ کر سکے، تب میں نے انہیں اس سلسلے میں اسلام کا حکم سمجھایا وہ کہنے لگیں ”نہیں، یہ ممکن ہے جو ہمارے لیے ایسا قانون بنائے؟ اگر ہمارے یہاں یہ قانونی لحاظ سے جائز ہو تو کوئی لڑکی یا عورت ایسی نہ ملے جو کسی کمپنی، کارخانے یا فیکٹری یا حکومت کے کسی محکمے میں کام کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔“

(باقی)